OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.11 Issue 12 December 2022

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی پہلوؤں سے انفرادی واجتماعی پر سکون زندگی کا حصول

ACHIEVING A PEACEFUL LIFE INDIVIDUALLY AND COLLECTIVELY FROM THE INNER ASPECTS OF THE PROPHET'S LIFE

Dr. Abdul Rehman Khalid Madni
Associate Professor, Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management & Technology, Lahore.

Amara Amin
M.Phil Scholar, Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management & Technology, Lahore.

Abstract: Individual and collective life can be peaceful only when the individual focuces on individual reformation because the society is formed by the individuals.Reformation will be possible only when one corrects his moral. It is essential to achieve the goals.It means purification. To purify ourselves from moral evils, which is one of the objectives of the mission of the prophet (peace be upon him). Allah Almighty in the Holy Quran declared the successful person who realizes his evil deeds and made a commitment to correct them.Due to the positive changes, a charcterful society is formed. A person's personality is a reflection of external characteristics.Morals worship and affairs play an important role in butifying the inner self. For the correctness of moral, Itis necessary to keep the heart free from shirk, corruption and vices.purification in acts of worship such as prayer, fasting, zakat, Hajj with sincerity etc, brings closeness to Allah.Along with developing

humbleness in worship, one should also avoid lying, cheating and dishonesty in his matters so then his personality will be developed.It is the secret due to which social peace can also be achieved.

Key words: Purification, Worship, dishonesty, moral character

انفرادی سکون کے حصول کے لئے اپنی ذات کو برائیوں سے پاک کرنا جبکہ پر سکون معاشرے کے لئے افراد کے اخلاق و کردار کو مضبوط بنانااور مثبت طرز پر ڈھالنا بے حد ضروری ہے۔آج کا دور فتن اور انتشار کا دور ہے۔یہ انتشار ذہنی و نفسیاتی بھی ہے اور روحانی اور قلبی بھی۔ایسا لگتا ہے کہ ترقی اور مادیت کی دوڑ میں انسان اپنے اصل سے بہت دور ہو گیا ہے۔دوسروں کے عیوب تلاش کرنے میں مگن یہ افراد اپنی برائیوں پر نظر ڈالنا بھول گئے ہیں۔آج انسان دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنے میں تو سر گرداں نظر آتا ہے لیکن اپنے عمل کو بہتر بنانے کی کوئی فکر ہی نہیں۔اگر ہر شخص اپنا تزکیہ کرے اور اپنی برائیوں کی اصلاح کرلے تو یقینا ایسے اچھے افراد جس معاشرے کی تشکیل کریں گے وہ امن وسکون کا گہوارہ ہو گا۔تزکیہ نفس کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے اس کے معنی و مفاہیم کو جاننا بے حد ضروری ہے۔

تزکیہ نفس مفہوم و معانی

عربی زبان میں تزکیہ کا مفہوم کسی چیز کو صاف ستھرا بنانا،اس کو نشوونما دینا اور اس کو پروان چڑھانا ہے۔تزکیہ اور نفس دونوں عربی الفاظ ہیں لیکن تزکیہ نفس کی ترکیب قرآن حکیم میں استعمال نہیں ہوئی اور عربی میں بھی بطور ایک اصطلاح کے عموماً استعمال نہیں ہوئی جس طرح اردو میں استعمال ہوتی ہے گو تزکیہ کی اضافت اور نسبت نفس کی طرف قرآن میں بھی آئی ہے اور عربی میں عام مستعمل ہے۔

تزکیہ: لغت میں

تزکیہ کا مادہ زک ہے۔لسان العرب میں اسکے مندرجہ ذیل معانی دیئے گئے ہیں۔

میل کچیل زنگ، گندگی وغیرہ سے پاک کرنا، بڑھانا، نشوونما دینا، تعریف کرنا،ایک سے زیادہ ہونا۔

تزکیہ کا اصطلاحی مفہوم

نفس کو غلط رجحانات و میلانات سے دور کر کے نیکی اور خدا ترسی کے راستہ پر ڈال دینا اور اس کو درجہ کمال تک پہنچنے کے لائق بنانا ہے۔

تزکیہ قرآن حکیم میں

تزکیہ بمعنی تزکیہ نفس، اسکی نسبت قرآن حکیم میں نفس انسانی کی طرف بھی آئی ہے، پیغمبر کی طرف بھی اور اللہ سبحانہ کی طرف بھی۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى -1

تحقیق کامیاب ہوا وہ شخص جس نے اپنے آپ کا تزکیہ کیا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے اس بات کو واضح فرمادیا ہے کہ اپنی اصلاح کے لئے کوشش کرنے والا اور خود کو برائیوں سے پاک کرنے کے لئے محنت کرنے والا ہی کامیاب ہوتا ہے۔

تزکیے کی نسبت پیغمبر کی طرف

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ- 2

جیسا کہ ہم نے تمھارے درمیان ایک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھیجا جو تمھیں ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمھارا تزکیہ کرتا ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت میں اللہ تعالی نے پیغمبر کے اہم کاموں کا تذکرہ فرمایا جس میں قرآن و حکمت کی تعلیم کے ساتھ تزکیہ بھی شامل ہے۔

تزکیے کی نسبت اللہ تعالی کی طرف

بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا-3

حالانکہ اللہ جس کا چاہتا ہے تزکیہ فرماتا ہے اور اللہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

پھر اللہ رب العزت نے تزکیے کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بھی جس کو چاہتا ہوں برائیوں سے پاک کرتا ہوں اور اس کا دل اخلاقی رذائل سے پاک کر دیتا ہوں۔

تزکیہ حدیث و سنت میں

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :اللھم آت نفسی تقواھا وزکھا انت خیر من زکھا-4

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ مجھے متقی بنا اور میرا تزکیہ فرما کہ تو ہی بہترین تزکیہ کرنے والا ہے۔

تبصرہ: ان تمام آیات سے پتہ چلتا ہے کہ تزکیہ نفس برائیوں کو دور کرنے کے لئے، اپنی اصلاح کرنے کے لئے، قلب کو پاک کرنے کے لئے اور دنیا وآخرت میں کامیابی کے لئے بے حد ضروری ہے۔

علم تزکیہ کی وسعت

علم طب ایک ایسا علم ہے جو تزکیہ کے علم سے کسی حد تک مشابہت رکھتا ہے، علم طب ہمارے جسم کی بیماریوں سے اور ان کے علاج سے بحث کرتا ہے اور تزکیہ ہماری روح کے امراض اور انکے علاج سے بحث کرتا ہے۔اس مشابہت کے باوجود دونوں میں بڑا فرق ہے۔ علم طب کا دائرہ بحث محدود ہے اور وہ ہمارے نفس کے ایک پہلو یعنی جسم اور اس کے امراض سے بحث کرتا ہے جبکہ علم تزکیہ ہمارے نفس کے تمام ظاہری اور باطنی گوشوں سے بحث کرتا ہے۔

علم تزکیہ ہمارے نفس کی ہر پہلو سے ایسے تربیت کرتا ہے جس سے ہمارا نفس نفس مطمئنہ بن جائے۔ نفس مطمئنہ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے علم کی بنیاد ایسے مضبوط یقین پر قائم ہو جائے کہ ہر نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھا جائے اور ہر طرح کے حالات میں راضی بہ رضا کی کیفیت کو متزلزل نہ ہونے دیا جائے۔اسی طرح ہمارے عمل کی بنیاد ایک ایسی مستحکم سیرت پر قائم ہو جائے کہ تنگی وفراخی اور خوف وطمع ہر طرح کی آزمائش بھی ہمیں اس مقام سے نہ ہٹا سکے جہاں ہمیں اللہ کی شریعت نے کھڑا کیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے جو کچھ چاہا ہے، ہم اس کو پورا کر کے اس کے پسندیدہ بندے بن سکیں، یہی نفس مطمئنہ تزکیہ کا اصل مقصود ہے۔قرآن میں اس نفس مطمئنہ کا بیان ان الفاظ میں ہوا ہے۔5

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ. ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۔6

تزکیہ علم وادراک

تزکیہ میں علم وادراک کے تزکیہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔اس میں مقدم شے یہ ہے کہ پہلے وہ بنیادی سوالات طے کر دیے جائیں جو فکر کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہم کیا ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ کہاں جائیں گے اور اسی طرح کے سوالوں کا نہایت قطعی اور حتمی جواب نفس کو علمی کجرویوں اور گمراہیوں سے بچانے کے لئے ناگزیر ہے تاکہ وہ اپنے لئے درست سمت کا تعین کر سکے۔

تزکیہ عمل

انسانی زندگی کو علم و عمل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علم کی طرح عمل بھی ایک وسیع پہلو ہے۔انسان ہر لمحہ کسی نہ کسی عمل میں مصروف رہتا ہے اور یہ عمل یا تو اچھا ہوتا ہے یا برا۔ہر عمل کے پیچھے کوئی نہ کوئی محرک کارفرما ہوتا ہے۔ جیسے خواہشات، جذبات اور احساسات وغیرہ۔ ایک مومن کے لئے اپنے عمل کا تزکیہ اس لحاظ سے بے حد ضروری ہے کہ اسے اللہ اور اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اپنے نفس کی خواہشات کو پس پشت ڈال کر اپنے قلب کو پاک صاف رکھتے ہوئے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔

اور وہ اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے احکامات کو مد نظر رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر چلتے ہوئے اپنا تزکیہ کرتا رہے تب ہی اسکو علم و عمل کی پاکیزگی حاصل ہو سکتی ہے۔اس طرح نہ صرف اسکا دل اخلاقی برائیوں سے پاک ہوگا،اسکا کردار مثبت ہوگا، وہ اپنی ذات کی بھی اصلاح کر سکے گا اور معاشرے کا بھی ایک کامیاب فرد بن کر انسانیت کو نفع پہنچائے گا۔7

تزکیہ نفس سے شخصیت اور کردار کی تعمیر

شخصیت کی ایک جامع تعریف کرنا بہت مشکل ہے۔سادہ الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی انسان کی شخصیت اسکی ظاہری و باطنی اور اکتسابی و غیر اکتسابی خصوصیات کا مجموعہ ہے۔ شخصیت فرد کے ذہنی، جسمانی، شخصی برتاؤ، رویوں، اوصاف اور کردار کے مجموعہ کا نام ہے۔ باالفاظ دیگر اگر سہل انداز میں شخصیت کی تعریف کی جائے تو یہ انسان کے ظاہری و باطنی صفات، نظریات،اخلاقی اقدار،افعال احساسات اور جذبات سے منسوب ہے۔ ظاہری حسن و جمال وقتی طور پر توکسی کی توجہ مبذول کر سکتا لیکن کردار کا دائمی حسن ہی انسان کو زندہ جاوید بناتا ہے۔تعمیر کردار میں فکر و نظریات کا کلیدی رول ہوتا ہے اس لئے شخصیت کا عموماً دار و مدار کسی کے ظاہر سے نہیں بلکہ اس کے باطن سے ہوتا ہے جو اسکی حقیقی فطرت اور اسکی طرز زندگی اور سوچ پر محمول ہوتا ہے۔

تزکیہ نفس کی ضرورت

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تزکیہ نفس کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے جب کہ دیگر مخلوقات کے تزکیہ اور تطہیر کے لئے اس قسم کا کوئی نظام مرتب نہیں کیا گیا۔اس کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو ایک خاص فطرت

اور مخصوص وظیفہ حیات پر پیدا کیا ہے۔ جمادات، نباتات، حیوانات اور ملائکہ ایسی تمام مخلوقات کو ایک خاص فطرت پر پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس فطرت اور وظیفہ حیات پر مجبور کیا۔

ملائکہ کو اللہ تعالیٰ نے خالص نور سے پیدا کیا اور ان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام کی کامل اطاعت، مکمل فرمانبرداری اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید بیان کرنا ہے۔ لیکن انسان کو اس پر مجبور نہیں کیا بلکہ اسے اختیار دے دیا کہ چاہے انسانوں کی طرح بیٹھ کر کھالے یا جانوروں کی طرح کھڑے ہو کر یہی معاملہ قضائے حاجت کا بھی ہے۔ جب یہ بات طے ہو گئی کہ انسان میں نیکی اور بدی دونوں کاموں کے کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ اس کی نیکی کے کاموں کی صلاحیت کو جلا و ترقی دینے اور اسے بدی کی صلاحیت اور قوت پر غالب کرنے کا کوئی موثر انتظام کیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے تزکیہ نفس کا یہ اہتمام کیا گیا تاکہ انسان کی برائی کی قوت وصلاحیت مغلوب اور نیکی کی صلاحیت و قوت غالب، کارفرما اور کارآفریں ہو۔8

گویا بحالی شخصیت سے مراد انسان کا اپنے سلوک کو بدل لینا اور اپنے غلط رویوں اور اعمال کی اصلاح کر لینا دوسرے لفظوں میں انسانی شخصیت جو صراط مستقیم کی پٹڑی سے اتر گئی تھی اسے دوبارہ اللہ کی اطاعت کی پٹڑی پر چڑھا دینا یا انسانی شخصیت جو بیمار ہو گئی تھی اسے صحیح دوا کے ذریعے دوبارہ صحت مند بنا دینا یہ گویا معالجہ نفس اور علاج شخصیت سے عبارت ہے۔

تبصرہ: شخصیت میں مثبت تبدیلی اسی وقت آتی ہے جب انسان کا باطن تبدیل ہوتا ہے۔ اس کا دل اخلاقی رزائل سے پاک ہوتا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دیئے گئے احکامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عمل کرتا ہے۔ تب اسکی شخصیت میں ایسا نکھار آتا ہے کہ جس کی مہک سے نہ صرف اسکی اپنی ذات روشن ہوتی ہے بلکہ دوسرے لوگ بھی اسکی شخصیت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

باطن کو سنوارنے میں اخلاقیات، عبادات اور معاملات کا کردار

ایک اچھا انسان اور اچھا مسلمان بننے کے لئے بعض چیزیں لازم و ملزوم ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے باطن سے واقفیت حاصل کرے اور صرف سطحی چیزوں تک محدود نہ رہے اور اپنی اصلاح کے لئے جدوجہد کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنے باطن کو سنوارنے کے لئے محنت کرے۔ ہمارا اخلاق اس میں اہم کردار ادا کرتا ہے کیونکہ اللہ

تعالی اور اللہ تعالی کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں وہی شخص پسندیدہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔۹

بے شک اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔

اخلاق کا لغوی واصطلاحی مفہوم

اخلاق خلق کی جمع ہے جو انسان کی فطری اور طبعی خصلت وعادت کو کہتے ہیں جس کا اظہار انسان سے بلا تکلف ہوتا ہے۔ جیسا کہ علامہ زبیدی نے لکھا ہے۔اخلاق طبیعت میں راسخ کیفیت کا نام ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں اخلاق کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں۔اخلاق اسم مذکر، خلق کی جمع ہے،اسکا مطلب (۱) عادتیں، خصلتیں، (۲) خوش خوئی، ملنساری، کشادہ پیشانی سے ملنا، خاطر مدارات اور بھگت، (۳) وہ علم جس میں معاد ومعاش تہذیب نفس، سیاست مدن وغیرہ کی بحث ہو۔ علمی اردو لغت میں اس سے ملتے جلتے الفاظ میں اخلاق کے مفہوم کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

اخلاق خلق کی جمع ہے۔(۱) خصلتیں، طور طریقے، (۲) پسندیدہ عادتیں، اچھے طور طریقے، (۳) اچھا برتاؤ، شریفانہ سلوک، مروت، (۴) فلسفہ وہ علم جس میں تہذیب نفس، تدبیر منزل اور سیاست دان یاان میں سے کسی ایک پر بحث کی جاتی ہے، علم اخلاق یا اخلاقیات کہلاتا ہے۔

جب کہ انگریزی میں اخلاق کے لئے

Ethicks, morality, politeness, manners, disposition, the good Properties of mankind, virtues

جیسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔۱۰

جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں :

فالخلق عبار: عن هيئة فى نفس راسخة عنها تصدر الاعمال بسهولة و يسر من غير حاجة الى فكر وروية۔

خلق نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس کے باعث اعمال بڑی سہولت اور آسانی سے صادر ہوتے ہیں، انکے کرنے کے لئے سوچ بچار کے تکلف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ دوسرے الفاظ میں انہیں عام عادات بھی کہا جاتا ہے۔

باطن کو سنوارنے میں اخلاقیات کا کردار

باطن کو سنوارنے میں اچھا اخلاق ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایسا ستون ہے جس پر انسان کی شخصیت کی عمارت تعمیر ہوتی ہے اور برا اخلاق اسکی شخصیت کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔ اچھے اخلاق کے لئے اچھے قلب یعنی قلب سلیم کا ہونا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الا و ان فی الجسد مضغة، اذا صلحت ، صلح الجسدكله، واذا فسدت ، فسد الجسدُ، كله، وهی القلب۔۱۱

خبردار! اور جسم انسانی میں ایک عضو ہے جب وہ درست ہو جائے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ جان رکھو وہ عضو قلب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ قلب ہی وہ مقام ہے جو انسان کے فساد یا اصلاح کا سبب بنتا ہے۔ گویا قلب نیک اور صالح ہو گا تو انسان بھی نیک اور صالح ہو گا یعنی اس کا اخلاق اچھا ہو گا تو وہ اچھا انسان بنے گا اور اگر قلب میں فساد ہو تو انسان بھی برائی کی طرف مائل ہو گا۔ حسن اخلاق سے نہ صرف کردار سنورتا ہے بلکہ انسان دنیا آخرت کی کامیابیوں کا حقدار بنتا ہے۔ حدیث مبارکہ کے مفہوم کے مطابق حسن خلق کی وجہ سے انسان دن بھر روزہ رکھنے والون اور رات بھر عبادت کرنے والوں کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔

تزکیہ نفس اور عبادات

عبادۃ عربی میں غایۃ التذلیل کو کہتے ہیں یعنی انتہائی درجے کی عاجزی، بے بسی اور درماندگی۔

انسان کی عبادت، اسکے تذلل، اسکے خشوع وخضوع اور اسکی محبت واطاعت کا مرکز صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے بلکہ خالق نے انسان کو پیدا ہی اسی مقصد کے لئے کیا ہے۔

انسان عبد ہے اور عبد بندگی کا پیکر ہوتا ہے۔ یہ عبادت بندگی اور غلامی ہر وقت کی اور ہر معاملے میں ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبادت سے مراد پورا دین ہے وہ عبادت کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ عبادت سے مراد وہ سارے اقوال وافعال (ظاہری و باطنی) ہیں جو رضائے الٰہی کا سبب ہیں۔

یوں تو عبادت دو چیزوں کا نام ہے محبت اور عاجزی۔ دل میں پہلے اپنے معبود کے لئے محبت پیدا ہوتی ہے پھر وجود اسکی عظمت کے سامنے جھک جاتا ہے۔ پس عبادت کا معنی اللہ عزوجل سے انتہائی درجے میں محبت رکھنا اور اسکے سامنے انتہائی درجے کی عاجزی اختیار کرنا ہے۔ قرآن مجید کا خلاصہ اگر ایک لفظ میں نکالنا چاہیں تو وہ لفظ توحید ہے۔ جتنے انبیاء کی دعوت کا ذکر قرآن مجید میں ہے، تو وہ ایک ہی نقطے کے گرد گھومتی ہے اور وہ نقطہ یہ ہے کہ اے میری قوم کے لوگو اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، عبادت میں توحید نہ ہو تو وہ عبادت، عبادت نہیں شرک ہے۔12

نماز

نماز عربی لفظ صلوۃ کا اردو ترجمہ ہے صلوۃ میں لغوی لحاظ سے دو پہلو غالب ہیں ایک دعا کا اور دوسرے تعظیم کا۔ اور نماز میں عملاً بھی یہی دو پہلو غالب ہیں، ایک اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا اور دوسرا اسکی تسبیح و تمہید اور تکبیر کا۔ نماز دین کا ستون ہے اور اس کی ادائیگی ہر مسلمان پر فرض کی گئی ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر اور مومن کے درمیان فرق ہی نماز کا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۔13

قرآن مجید کے مطابق نماز انسان کو برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے مگر کچھ لوگ نماز پڑھنے کے باوجود برائی کے کاموں سے نہیں رکتے۔ پھر سوال یہ ہے کہ وہ کون سی نماز ہے جو انسان کو برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ وہ خشوع وخضوع والی نماز ہے۔ خشوع سے مراد دل کی وہ نرمی، رقت، عاجزی اور انکساری ہے کہ جس کا اظہار انسان کے اعضاء سے بھی ہو رہا ہو۔ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز میں ایک شخص کو داڑھی سے کھیلتے دیکھا تو کہا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اسکے اعضاء سے بھی اسکا اظہار ضرور ہوتا۔

تبصرہ: اگر نماز یا کسی بھی عبادت کے دوران ہمارا قلبی ربط اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے قائم نہ ہو تو ہمیں حقیقی معرفت الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی۔

زکوۃ

نماز کے بعد بندگی اور عبادت کی جو اہم ترین صورت اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے تجویز کی ہے وہ زکوۃ ہے۔ زکوۃ ایک عربی لفظ ہے۔

جس کے معنی ہیں گندگی اور میل کچیل کو دور کر کے کسی چیز کو پاک صاف کرنا اور اثباتاً اس چیز کو جلا دینا، اور اسکے اجلے پن میں اضافہ اور بہتری پیدا کرنا شامل ہیں۔ گویا زکوۃ وہ میل کچیل ہے جس کے نکال دینے سے وہ چیز صاف ستھری اور اجلی ہو جاتی ہے اور اسکی فطری اور اصلی چمک بحال ہو جاتی ہے اور اس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس لحاظ سے مال کی زکوۃ سے مراد یہ ہے کہ مال کے کمانے میں، اس کے خرچ کرنے میں اور اسکے بارے میں عموماً جو احکام ہمیں دیئے گئے ہیں ان پر عمل کرنے میں ہم سے جو کوتاہیاں اور کمزوریاں سرزد ہو جاتی ہیں، مال کو ان سے پاک صاف کرنے کے لئے کچھ مال اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا جائے تاکہ بقایا مال پاک وصاف اور حلال وطیب ہو جائے۔14

اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنے کا بے حد اجر ہے اور اللہ تعالیٰ اس اجر کو سات سو گناہ سے بھی زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔15

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے ثواب کی مثال بیج کے اس دانے کی ہے جس سے سات سو بالیں پیدا ہوں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں۔ اللہ جس کے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ بڑھاتا ہے اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

زکوۃ کی روح

جس طرح نماز کی ایک ظاہری صورت ہے اور دوسری اسکی حقیقت یا روح ہے اسی طرح زکوۃ کی بھی ظاہری صورت اور حقیقی صورت یعنی اسکی روح ہے اور جو شخص زکوۃ کے اصل راز اور حقیقت سے بے خبر ہے، اسکی زکوۃ بھی ایک بے روح صورت کی ہوگی اور اسکے اسرار یعنی راز تین ہیں۔

اول: یہ کہ خلق کو حق تعالیٰ کی محبت پر مامور کیا گیا ہے اور ہر مسلمان اس بات کا دعوی دار بھی ہے لیکن اس حکم کا اصل مقصد یہ ہے کہ مومن کو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی شے عزیز نہیں ہونی چاہیے۔

دوم: دوسرا راز بخل سے دل کو پاک کرنا ہے کیونکہ بخل کی ناپاکی کی وجہ سے بندہ قرب الہی سے محروم رہتا ہے۔زکوۃ بخل کی ناپاکی کو ایسے ہی دور کر دیتی ہے جیسے پانی ظاہری ناپاکی کو دور کر دیتا ہے۔یہی وجہ ہے زکوۃ اور صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر حرام ہے اور انکے مرتبے کے لوگوں کو مال کی میل سے محفوظ رکھنا لازمی ہے۔

سوم: تیسرا راز یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر کرنا سیکھے اور مال ایک ایسی نعمت ہے جو مسلمان کے لئے دنیا و آخرت میں راحت کا باعث ہے جس طرح نماز، روزہ اور حج گویا جسم کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے اسی طرح زکوۃ وہ شکر ہے جو نعمت مال پر ادا کیا جاتا ہے۔

لہذا ہر کسی کے لئے لازم ہے کہ زکوہ جیسی اہم عبادت کی روح کو پہچانے تاکہ اس کے ذریعے رضائے الہی کا حصول ممکن ہو سکے.16

تبصرہ: سخاوت ایک ایسی صفت ہے جس کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔مال کی محبت کو مغلوب کر کے جب وہ رضائے الہی کے لئے مال خرچ کرتا ہے تو دائمی اجر کا مستحق ہو جاتا ہے۔

حج بیت اللہ

حج عبادت ہی نہیں بلکہ جامع العبادات ہے۔اس میں نماز کی طرح جسمانی عبادات اور رجوع الی اللہ بھی ہے۔ اس میں انفاق فی سبیل اللہ بھی ہے۔یہ زکوۃ کی طرح مالی عبادت بھی ہے، روزے کی طرح اس میں مشقت بھی ہے اور اوقات کی پابندی بھی ہے۔اس میں جہاد کی طرح اللہ کی راہ میں نکلنا اور مجاہدہ کرنا بھی ہے۔حج میں یہ عبادات نہ صرف جمع ہوتی ہیں بلکہ انتہائی صورت میں پائی جاتی ہیں۔ نماز میں آدمی اتنا نہیں تھکتا جتنا حج میں، حج میں زکوۃ سے زیادہ پیسے خرچ کرنے پڑتے ہیں اور روزے کی پابندیاں کچھ گھنٹوں کے لئے ہوتی ہیں کے لئے ہوتی ہیں جبکہ حج کی کئی دنوں اور ہفتوں کے لئے۔اسی طرح جہاد طرح جہاد کا موقع ہر کسی کو نہیں ملتا لیکن حج کی سورت میں یہ موقع سب کو مل سکتا ہے۔

حج مسلمانوں کی شان و شوکت اور انکی سیاسی عظمت اور فوجی قوت کا اظہار بھی ہے۔چنانچہ حکم ہوا کہ ساری دنیا کے مسلمان اس موقع پر اکٹھے ہوں اور مل کر حرکت میں آئیں۔پھر ملی سطح کے اس اجتماع کو ابلاغ عام کا ذریعہ بنایا اور حج کے

ذریعے مسلمان زعماء اور علماء کو مشاورت کا اور ایک دوسرے کو قریب سے دیکھنے اور جاننے کا موقع دیا۔ بیت اللہ مرکز عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ۔17

بے شک اللہ کا سب سے پہلا گھر جسے اس نے لوگوں کے لئے عبادت کا مرکز قرار دیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور سارے جہان کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

اصلاح نفس میں روزے کا کردار

تزکیہ نفس دو چیزوں کا نام ہے۔ عبادات کی اصلاح اور اخلاق کی تربیت۔ اسی طرح عبادات کی اگر اصلاح کرنی ہو تو اس میں بھی کرنے کے دو ہی کام ہیں، خواہشات کو کنٹرول کرنا اور عبادات کا ذوق بیدار کرنا انہی دو راستوں سے عبادت میں احسان کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ یہ اسی صورت میں ہوتا ہے جب انسان میں عبادات کا ذوق بیدار ہو اس میں سب سے بڑی رکاوٹ انسانی شہوات ہیں لہذا انکو کنٹرول کرنا بہت ضروری ہے۔ روزہ دراصل ہماری شہوات کو کنٹرول کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔18

اے اہل ایمان تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

روزے کا اصل مقصد تقویٰ ہی ہے جیسا کہ آیت مبارکہ سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے اور متقی وہی ہے جو اپنے آپ کو اپنے خالق کی نافرمانی سے بچا کر رکھے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ اس نے اپنے نفس کو کنٹرول میں رکھنا سیکھ لیا ہو۔ حدیث مبارکہ سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔

الصوم جُنة من النار، كجنةاحدكم من القتال۔۱۹

روزہ جہنم کی آگ سے ڈھال ہے جیسے تم میں سے کسی شخص کے پاس لڑائی کی ڈھال ہو۔

ڈھال کا مقصد دشمن کے حملے سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔ روزہ کے ڈھال ہونے کے معنی یہ بھی ہیں کہ روزہ شیطان کے حملوں سے بندہ مومن کو محفوظ رکھتا ہے جبکہ شیطان انسان کو خواہشات اور شہوات کی طرف راغب کرتا ہے۔ سوال یہ بھی ہے کہ بھوک، جنس اور غلبہ پانے کی خواہشات میں سے کون سی انسانی خواہش سب سے زیادہ قوی ہے؟ اس بارے میں ماہرین انسانیت کا اختلاف ہے۔ اگرچہ بعض روایات کے اسلوب سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ انسانی خواہشات میں سے شہوت کی خواہش سب سے زیادہ قوی ہے اور انسان کی گمراہی میں سب سے زیادہ کردار اسی خواہش کا ہوتا

ہے تو روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو نہ صرف شہوت کی خواہش کو کنٹرول میں رکھتا ہے بلکہ بھوک اور غلبہ پانے کی خواہشات میں بھی ضبط پیدا کر دیتا ہے شہوت میں صرف جنس شامل نہیں بلکہ لالچ اور حرص بھی شہوت ہی کی دو صورتیں ہیں۔ تمام قسم کے منفی جذبات کو کنٹرول کرنے میں روزہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔

روزہ اگر خالص رضائے الٰہی کے لئے رکھا جائے تو اس سے حقیقی معنوں میں انسان کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور اس کا دل اخلاقی برائیوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

تلاوت اور تزکیہ

اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ذریعے کو بنیاد بنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا تزکیہ اور اصلاح فرمائی تو وہ قرآن مجید ہی ہے۔ قرآن پاک کی وجہ سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے لوگ ایک دوسرے پر جان نثار کرنے لگے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی زندگی میں ایسی تبدیلی آئی جو کہ عارضی نہ تھی بلکہ یہ تبدیلی قیامت تک کے لئے تھی اور اس وجہ سے انہیں تمام امتوں پر فضیلت حاصل ہوئی اسکی دو وجوہات تھیں قرآن مجید سے گہرا تعلق اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

ہمارے ہاں تزکیہ نفس کی جتنی بھی کوششیں ہوئیں ہیں، سلاسل میں یا خانقاہوں میں، علماء میں یا صوفیا میں، ان میں صحبت کو تو اہمیت دی گئی اور اسکی اہمیت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن قرآن مجید کو اصلاح نفس کے پروگرام میں ہر جگہ یکسر نظر انداز کیا گیا ہے حالانکہ قرآن مجید سے تعلق آج بھی کسی درجے میں ویسا قائم ہو سکتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا تھا جبکہ آج کل تزکیہ کسی شخصیت سے تعلق کے گرد ہی گھومتا نظر آتا ہے۔

تبصرہ: بہت ضروری ہے کہ اس امت کی اصلاح بھی انہی بنیادوں پر کی جائے جن پر خیر القرون کی ہوئی ہے اور وہ بنیادیں قرآن مجید سے تعلق اور صحبت صالحین کی ہیں۔ تلاوت کا حقیقی منشاء قلوب کو اللہ کی محبت سے جلا بخشنا ہے دل کے زنگ کو دھو کر اس پر شفافیت کا غلاف چڑھانا ہے۔ قرآن پاک کے انوارات سے قلوب کا تزکیہ ہوتا ہے۔

ذکر، فکر اور تزکیہ

ذکر دین کی ایک وسیع تر اصطلاح ہے قرآن بھی ذکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنا بھی ذکر ہے بلکہ خود قرآن کے الفاظ میں نماز بھی ذکر ہی کی ایک صورت ہے۔ ذکر اور نماز میں ایک فرق یہ ہے کہ اسکی ہیئت اللہ تعالیٰ نے

اپنے فضل و کرم سے مقرر نہیں فرمائی بلکہ اسے کھلا چھوڑ دیا کہ اسکے بندے اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے، سوتے، جاگتے، کھاتے، پیتے غرض ہر حال میں جب اور جیسے چاہیں اسے یاد کرتے رہیں۔ اللہ رب العزت سے بندے کا تعلق بہت خاص اور قیمتی ہے۔اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرا بندہ ہر وقت مجھے یاد کرے میرا ذکر کرے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اسوقت اسے یاد کرتاہوں جیسا کہ

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۔20

سے اسکی تصدیق فرمادی۔ذکر بھی محض زبان سے نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے نفس اور کائنات کی تخلیق میں غور و فکر کرنا بھی ضروری کہ اس سے بھی اللہ کی خشیت کے احوال حاصل ہوتے ہیں۔قرآن مجید صرف ذکر کا حکم نہیں دیتا بلکہ بہت زیادہ اور صبح و شام ذکر کا حکم دیتا ہے۔ذکر ایک ایسی عبادت ہے جو ہم چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اور کھیلتے کودتے بھی کر سکتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۔ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔21

اے اہل ایمان اللہ کو بہت زیادہ کثرت سے یاد کرو اور اسکی تسبیح صبح و شام بیان کرو۔

بہترین ذکر وہ ہے جو نہ تو بلند آواز سے ہو اور نہ ہی خاموش ہو بلکہ ایسا ہو کہ اس میں دل اللہ کی طرف متوجہ ہو اور زبان اسکی یاد سے تر ہو۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان الفاظ سے اللہ کا ذکر کیا جائے کہ جن الفاظ سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دلائی ہے۔ مسنون اذکار کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلادیا ہے کہ میرے بندوں سے کہہ دیں کہ مجھے یاد کریں اور ان الفاظ میں میری حمد و ثناء بیان کریں،اب جب اللہ عزوجل نے خود بتادیا تو ہمیں بھی انہی الفاظ کو ترجیح دینی چاہیے۔

تبصرہ: ذکر کرنے سے دل اخلاقی برائیوں اور گناہوں سے پاک ہوتا ہے اور دلوں پہ لگا ہوا زنگ دھل جاتا ہے۔دل قرب الٰہی کی معرفت سے منور ہو جاتا ہے۔اس لئے ذکر تزکیہ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

تلاوت قرآن

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ایک صورت اللہ کی کتاب کی تلاوت کرنا بھی ہے۔ذکر سے اصل مقصود اللہ کو یاد کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ تذکیر کے لئے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب سے بڑھ کر ذکر کے لئے مفید اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ تلاوت کتاب کو پیغمبر کے مقاصد بعثت میں سے قرار دیا گیا۔حکمت اسکی یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت،اس پر تدبر اور عمل کی کنجی ہے اور قرآن کے احکام پر عمل گویا اللہ کے سارے دین پر عمل کرنا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کے نازل کئے جانے کا اصل مقصد یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور اس کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو ڈھالا جائے اور اسکا انحصار اس امر پر ہے کہ مسلمان اسے سمجھیں اور اس پر تفکر و تدبر کریں۔ لہذا یہ بہت بڑی غفلت ہے کہ ایک مسلمان ساری زندگی قرآن کو سمجھنے اور اس پر تدبر و عمل کی کوشش نہ کرے اور اس طرح وہ دینی قیادت بھی انتہاء درجے کی غفلت کی مرتکب ہے جو مسلمانوں کو محض طوطے کی طرح قرآن پڑھنا تو سکھاتی ہے اور اس سے آگے بڑھ کر اسکے فہم و تدبر اور پر عمل کرنے پر نہ ابھارے۔تاہم ان سب تلخ حقائق کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ محض قرآن کی تلاوت بھی مفید اور کار ثواب ہے اور اسکی کئی حکمتیں ہیں۔اسی طرح قرآن پاک ہدایت کا سب سے بڑا سبب ہے۔اس میں شفا،رحمت و نصیحت،حق و باطل کی پہچان اور کائنات کے اسرار و رموز پوشیدہ ہیں۔

تہجد اور تزکیہ

اصلاح نفس کے نبوی منہج میں تہجد کی اہمیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے معاصر صوفیا اور سلاسل کے ہاں تہجد کے وقت بیداری کا اہتمام تو کیا جاتا ہے لیکن اس وقت میں ذکر تلاوت قرآن اور مراقبے کو نماز پر ترجیح دی جاتی ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے بارے میں کتاب و سنت میں یہ بات صراحت سے موجود ہے کہ تہجد کے اوقات میں ان کا شغل طویل قیام کے ساتھ لمبی تلاوت کرنا اور رکوع و سجود میں کثرت سے دعائیں مانگنا تھا۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ۔22

یقیناً آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ ایک تہائی رات یا نصف رات تہجد کے لئے کھڑے رہتے ہیں اور آپ کے ساتھیوں کی ایک جماعت بھی ایسا ہی کرتی ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز کے بعد افضل نماز تہجد کو قرار دیا ہے۔تہجد کے وقت عبادات کرنے سے نہ صرف اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے بلکہ انسان کے اندر پائی جانے والی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے لئے بھی یہ وقت انتہائی اہم ہے۔اس وقت میں مانگی جانے والی دعاؤں کو بھی اللہ رب العزت شرف قبولیت عطاء فرماتے ہیں اور تزکیہ کے لئے نماز تہجد انتہائی اہم ہے۔

دعااور تزکیہ

دعادراصل ایک ایسی مستقل عبادت ہے جو اللہ کو راضی کرنے اور اسکا قرب حاصل کرنے کا اسی طرح ذریعہ ہے جیسا کہ نماز، صدقہ اور دیگر عبادات ذریعہ ہیں۔امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ایک دعائے مسئلہ اور دوسری دعائے عبادت۔ دعائے مسئلہ وہ ہے جو کسی مشکل یا مصیبت میں کی جائے اور دعائے عبادت وہ دعا ہے جو عبادت سمجھ کر کی جائے۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم : قال : الدعاء ھو العبادۃ ثم قراء و قال ربکم الدعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین۔23

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا ہی عبادت ہے اور آپ نے اسکے بعد قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت کی۔

اور تمھارے رب نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو کہ میں تمھاری دعا قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں تو وہ جہنم میں ذلیل وخوار ہوتے ہوئے داخل ہوں گے۔

صدقہ اور تزکیہ

جن ذرائع سے اللہ کا تقرب حاصل کیا جاسکتا ہے ان میں ایک اہم ترین ذریعہ مال ہے۔نفس انسانی میں رزائل، برے اخلاق اور عادات کا سب سے بڑا سبب دنیا کی محبت ہے اور دنیا کی محبت کا خلاصہ مال کی محبت ہے۔مال کی محبت جہاں

انسان میں کنجوسی، بخیلی، لالچ اور حرص پیدا کرتی ہے وہاں تکبر، حسد، بغض، کینہ وظلم اور نفاق جیسے رزائل کو بھی جنم دیتی ہے۔ صدقہ کرنے سے دل میں اللہ کی محبت، مال کی محبت پر غالب آجاتی ہے اور یہی تزکیے کا مطلوب ہے۔

معاملات اور تزکیہ

تعلقات میں سب سے پہلے جو تعلق زیر بحث آتا ہے وہ آدمی کا تعلق اپنے رب کے ساتھ ہے۔ اسی تعلق کے صحیح شعور اور اسکی صحیح معرفت سے آدمی کو دوسرے تعلقات کے صحیح حقوق وفرائض کی شناخت ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ ہمارا تعلق ہماری ذات کے ساتھ کن بنیادوں پر قائم ہے۔ خاندان، قبیلہ، قوم، حکومت اور ریاست کے ساتھ ہمارے تعلق کی اساسات کیاہیں اور بنی نوع انسان کے ساتھ ہم کن روابط کے ساتھ وابستہ ہیں۔

ان تمام تعلقات کی بنیادیں اگر واضح ہو کر سامنے آجائیں اور آدمی ہر غلط بندھن کو توڑدے اور ہر صحیح رشتہ کو استوار کرلے تو وہ اپنے رب کا فرمانبردار بندہ، اپنے خاندان اور کنبے کا ایک لائق فرد، اپنی ریاست کا ایک خیر خواہ شہری اور دنیا میں ایک سچا انسان بن جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کو حاصل کر کے درحقیقت ایک انسان پاکیزہ اور صحیح تربیت یافتہ بن جاتا ہے اور یہی تزکیہ کا اصل مقصود بھی ہے جس کی تعلیم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دی ہے۔ عمومی طور پر اسلام کو پانچ اہم شعبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات۔ باہم لین دین، خرید وفروخت قرض وغیرہ کو۔ معاملات کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن اوفی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بازار میں بیچنے کے لئے کوئی سامان رکھا اور اسکے بیچنے کے سلسلے میں قسم کھائی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔24

جو لوگ اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا سا مول لیتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں قیامت کے دن اللہ نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور انکے لئے دردناک عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں دو شریکوں کے درمیان تیسرا رہتا ہوں جب تک ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے خیانت نہ کرے، اگر کوئی ایک بھی خیانت کرتا ہے تو میں نکل جاتا ہوں۔رسول اللہ صلی اللہ نے دھوکہ دہی کی تجارت سے منع فرمایا۔

لیکن اگر آج دیکھا جائے تو معاملہ اسکے بالکل برعکس نظر آتا ہے۔ جھوٹ، دھوکہ اور خیانت کو لوگوں نے اپنا معمول بنالیا ہے گویا آج اس کے بغیر کوئی معاملہ طے ہوتے نظر نہیں آتا جس کی وجہ سے ہماری چیزوں سے برکت اٹھالی گئی ہے۔

سچے اور امانت دار تاجر کو یہ سعادت حاصل ہو گی کہ روز قیامت وہ انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا لیکن ہم میں سے اکثر کے تجارتی معاملات کا لین دین جھوٹ پر مبنی ہوتا ہے اور اسی کو نفع کے حصول کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔اسی طرح قرض لے کر واپس نہ کرنے کا رواج بھی عام ہوتا جارہا ہے یا قرض کی ادائیگی میں دیر کر کے دوسرے فریق کو تکلیف پہنچائی جاتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ دل میں خوف خدا ہو گا تو حقوق العباد کی ادائیگی اور معاملات میں برتاؤ احسن انداز میں کیا جائے گا۔

معاشرے میں رہتے ہوئے بہت سے لوگوں کے حقوق ہم پر واجب الاداء ہوتے ہیں۔اسی طرح گھریلو زندگی میں خاندان کے افراد کے حقوق درجہ بدرجہ واجب الاداء ہوتے ہیں۔شرعی اور اخلاقی لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو سب سے پہلے والدین اس بات کے مستحق ہیں کہ انکے ساتھ حسن سلوک کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہی اولاد کی پیدائش، دیکھ بھال اور تعلیم و تربیت کا ذمہ دار بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا حق

گھریلو زندگی کے بعد خاندانی زندگی کا دائرہ شروع ہوتا ہے۔اس زندگی میں سب سے اونچا مقام اور سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔ والدین کے اونچے مقام اور حقوق کی اہمیت کا کسی قدر اندازہ قرآن کے اس انداز بیان سے ہو سکتا ہے کہ اس سے جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ ساتھ والدین کے حق کو بیان کیا ہے اور اللہ کی شکر گزاری کے ساتھ ساتھ والدین کی شکر گزاری کی بھی تاکید کی ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔25

اور آپ کے رب نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ تم لوگ اس کے سوا کسی دوسرے کی ہر گز بندگی نہ کرو، اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہو اور اگران میں سے کوئی ایک یا دونوں تمھارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے ادب واحترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور عاجزی سے انکے سامنے جھک کر رہو اور انکے حق میں دعا کرتے رہو، کہ پروردگار ! ان پر (اس بے بسی کی زندگی میں) رحم فرما! جس طرح بچپن (کی بے کسی) میں انہوں نے مجھے رحمت وشفقت سے پالا تھا۔

ماں باپ جس طرح بچپن میں اولاد کو پالنے میں مشقت اٹھاتے ہیں اور پھر تعلیم و تربیت کے سلسلے میں ان پر احسان کرتے ہیں تو اس ضمن میں والدین کے سب سے زیادہ حقوق اولاد پر واجب الادا ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔ قرآن حکیم میں توحید کے بعد اولین ہدایت یہ فرمائی کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ خاص طور پر والدین کے ساتھ بڑھاپے میں نرمی کی جائے اور بڑھاپے کی وجہ سے انکی طبیعت میں جو چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے اسے برداشت کیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے یہاں تک فرمایا کہ انکے سامنے اف تک نہ کیا جائے۔26

کوئی شخص بھی والدین کے حقوق سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ معاشرتی زندگی میں تو وہ اہم ہیں ہی لیکن اخروی زندگی میں کامیابی کے لئے بھی انکی اطاعت ضروری ہے اور والدین کی فرمانبرداری کا اس سے بڑا انعام کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اسی لئے شرک کے بعد دوسرا بڑا گناہ ماں باپ کی نافرمانی ہے۔ والدین کی نافرمانی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دنیا میں سزا دے دیتے ہیں۔

خاص طور پر ماں کے ساتھ حسن سلوک کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور انکا دل دکھانے سے منع فرمایا ہے۔ جب انسان اپنے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھتا ہے تو اسکے باطن میں نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔ والدین کی اطاعت سے اسے سکون قلب اور رضائے الٰہی نصیب ہوتی ہے۔

خلاصہ

اخلاقیات، عبادات اور معاملات کا تزکیہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قرآن وسنت کی روشنی میں کیا جائے تو

اس سے اپنی ذات کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے اور یہی ہمارے دین کا مطلوب ہے۔ پھر ایسا شخص اپنے اچھے اخلاق، مثبت کردار شائستگی، تحمل مزاجی کی وجہ سے نہ صرف اپنے خاندان کا اچھا فرد بنتا ہے بلکہ معاشرے کا ایک مفید شہری بن جاتا ہے۔ جب اس کے نفس و قلب کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو وہ اللہ کا محبوب بندہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق بن جاتا ہے پھر وہ سکون کی حقیقی دولت سے آشنا ہو جاتا ہے جو اس دنیا کی سب سے بڑی دولت ہے۔

حوالہ جات و حواشی

1 الاعلیٰ:14:87.

Al. ʻAlā, 87: 14.

2 البقرۃ:151:2

Al-Baqaraḥ, 2:151

3 النساء:94:4.

Al-Nisā, 4:94.

4 مسلم بن حجاج، ابوالحسین، القشیری، **صحیح مسلم** (نیشاپور: دارالخلافۃ العلمیہ، 1330)، 2722:1۔

Muslim ibn Ḥajjāj, Abū al-Ḥusaīn, al-Qushīrī, *Ṣahīḥ Muslim* (Nishā pūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 2722).

5 احسن، امین، **تزکیہ نفس**، (فیصل آباد: تاجران کتب، 2014)، 40:1۔

Aḥsan Amīn , *Tazkīya Nafs*, (Faiṣalabād: Tajirān e Kutub, 2014), 1:40.

6 الفجر، 27:89تا28

Al.Fajar: 89:27-28

7 احسن، امین، **تزکیہ نفس**، 41:1۔

Aḥsan Amīn , *Tazkīya Nafs* , 1:40.

8 صدیقی، محمد سعید، **تزکیہ نفس**، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی پریس، 1993)، 13:1۔

Ṣiddīqī, Muḥammad Saīd, Tazkīya Nafs, (Islamābād: Idārah Tehqiqāt Islāmī Press, 1993), 1:13.

9 القلم:4:68۔

Al.Qalam: 68:4.

10 حیات خان، ڈاکٹر نور، **اسلام میں حسن اخلاق کی فضیلت واہمیت**، (اسلام آباد جرنل بر جس: ادارہ اسلامی تحقیق، 2015)،1: شمارہ 1۔

Hayāt Khān, Dr: Nūr, *Islām ma Husan e Ikhlāq kī fazālat o ahmāyat*, (Islamābād Journal Birjees: Idārah Tehqiqāt Islāmī, 2015),1: 1.

11البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**(دمشق: دار ابن کثیر، 452ھ)، 1:52۔

Al-Bukhārī, Muhammad ibn Ismā'il, *Al-Jami 'al-Sahih* (Damishiq: Dār Ibn e Kathīr, 452 AH), 1:1.

12زبیر، محمد(ڈاکٹر)، **صالح اور مصلح**،(لاہور: مکتبہ رحمۃ اللعالمین، 2017)، 1:52۔

Zubaīr, Muḥammad, Saleḥ or Muṣleḥ, (Lāḥore: Maktaba Rehmat al Lilālamīn, 2017), 1:52.

13العنکبوت:45:29۔

Al.Ankabūt: 29:45.

14امین، محمد(ڈاکٹر)، **اسلام اور تزکیہ نفس**،(پشاور: مطبع نیو اعوان پر نٹرز، 2014)، 1:35۔

Amīn, Muḥammad, *Islām aūr Tazkīya Nafs*, (Pishāwar: Matba new Awān printers, 2014), 1: 35.

15البقرۃ:261:2۔

Al.Baqraḥ: 2: 261.

16محمد غزالی، ابو حامد، کیمیائے سعادت، (کراچی: ضیاء القرآن پبلی کیشنز)151:1.

Muḥammad Ghazālī, Abū Ḥāmid, Kīmīyā-e- Sādat, (Karāchī: Ziyā al Qurān publīcations) 1:151.

17آل عمران:96:3۔

Āl-e- Imrān: 3: 96.

18البقرۃ:2: 183۔

Al.Baqraḥ:2:183.

19النسائی، احمد بن شعیب، ابو عبد الرحمن، **السنن الکبریٰ**(حلب: مکتبہ المطبوعات، 1986)2230:1۔

Al-Nisa'ī, Aḥmad ibn Sho'aib, Abūu Abdul Raḥmān, *Al-Sunan Al-Kubra* , (Ḥalb: Maktaba Almaṭbūāt, 1986) 1: 2230.

20البقرۃ:152:2

Al.Baqraḥ:2:152

21 الاحزاب:33:41, 42۔

Al.Aḥzāb:33:41, 42.

22المزمل:73: 20۔

Al.Muzzamil:33:20.

23ترمذی، محمد بن عیسی، **سنن ترمذی**،(لاہور، مکتبہ بیت السلام، 2017)،1:313۔

Tirmadhī, Muḥammad ibn ‘Isa, *Sunan Tirmidhī,* (Lāḥore, Maktab Bait-al-Salām, 2017), 1 : 313.

24 آل عمران،:3:77۔

Āl-e- Imrān,3:77.

25بنی اسرائیل،:17:23۔

Banī Isrāīl: 17:23.

26الدین، نعیم، مکالمہ (اخبار)اسلام میں معاملات کی اہمیت،(mukaalma.com) 2017.

Al Dīn, Naīm, Mukālmaḥ (Akhbar) Islām ma Muāmlāt kī Aḥmīat,(mukaalma.com), 2017.